ڈاکٹر کرنل مظہر ح۔ شاہ

تلخیص و ترجمہ: ڈاکٹر محمد ریاض

ذہنی صحت اور اسلام

یہ مقالہ Mental Health and Islam کے عنوان سے "ذہنی صحت کے عالمی فیڈریشن" منعقدہ برلن میں پڑھا گیا تھا۔ اصل مقالہ بہت طویل ہے۔ ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ذہنی صحت اور روحانی اقدار کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ پہلے صحت اور زیر بحث طبی اور معاشرتی اصطلاح کی کسی قدر وضاحت کر دی جائے۔

۱۹۴۷ء میں عالمی تنظیم صحت (W.H.O) کے ارکان نے "صحت" کی تعریف میں کہا تھا: صحت مکمل جسمانی اور ذہنی بہبودی کا نام ہے محض بیماری یا ضعف کے فقدان کو صحت نہیں کہہ سکتے۔

۱۹۴۸ء میں ذہنی صحت کے بارے میں جو بین الاقوامی اجلاس منعقد ہوا تھا اس میں ذہنی صحت کی تعریف میں کہا گیا تھا: "وہ حالات جن میں کوئی فرد جسمانی عقلی اور جذباتی امور کے بارے میں معتدل روش رکھ کر دوسروں سے ہم آہنگی اختیار کر سکے، ذہنی صحت کی نشاندہی کرتے ہیں۔" اسی اجتماع میں ایسے معاشرہ کو خراج تحسین پیش کیا گیا تھا، جو افراد کی ذہنی صحت کی خاطر مساعد و موافق حالات فراہم کرے۔

۱۹۵۰ء میں وائٹ ہاؤس میں منعقدہ طبی اجتماع میں کہا گیا تھا: "آزادی و خود اعتمادی کی طلب استعداد کار اور ہمدردانہ انسانی روابط ذہنی صحت کے معیارات ہیں۔" ایک تصور یہ ہے کہ "جو فرد اپنی امکانی قوتوں سے کام لینا جانتا ہو، وہ ذہنی صحت کا حامل ہے۔"

ڈاکٹر رمکے کا خیال ہے کہ "جس فرد کی آرزوئیں معتدل درجے کی اور امکانی حدود کے اندر ہوں وہ ذہنی صحت سے بہرہ مند ہے"۔ ظاہر ہے۔ ذہنی صحت اور عام جسمانی صحت مترادف نہیں ہیں۔ چند تعریفات جو پیش کی گئیں، ان میں سے ایک بھی کامل نہیں کہی جا سکتی۔ مختلف جغرافیائی اور

سماجی حالات میں یہ تعریفات تغیر پذیر نظر آئیں گی۔ یہ نکتہ قابلِ ذکر ہے کہ آدمی کے امیال و عواطف کو ذہنی معالجوں کی تجربہ گاہوں میں پرکھا نہیں جاسکتا۔ آج ماہرینِ طب نے انسان کی پیچیدہ کیفیت کا اعتراف کرلیا ہے۔ البتہ ذہنی صحت کے عالمی فیڈریشن نے اس حقیقت کا اظہار کرلیا ہے کہ مذہبی معتقدات اور تصورِ حیات کا ذہنی صحت سے بڑا گہرا رابطہ ہے اور یہ کہ مذہب اور تصورِ حیات سے ہی افکار و آرا مستنبط ہوتے ہیں۔ اب ہم اس موضوع پر قرآن مجید اور سنت رسول کی روشنی میں اسلام کا نقطہ نظر پیش کرتے ہیں۔

اسلام

اسلام کے بنیادی معانی میں امن اور اطاعت شامل ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کے وقت مسلمان "السلام علیکم" (آپ پر امن و سلامتی ہو) کہتے ہیں۔ دینِ اسلام کسی شخص، قبیلہ یا خطۂ زمین سے مخصوص نہیں۔ یہ تمام مرد و زن کی خاطر ایک سرمدی امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ یہ "قلوب کے لیے شفا ہے۔" (سورہ ۱۰، آیت ۵۸) اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنا تمام بے چینیوں سے نجات پانے کے مترادف ہے۔ فرمانِ باری ہے: "جو ایمان لائے اور جن کے دل ذکرِ خداوندی سے سکون پاتے ہیں۔ یاد رکھو کہ یادِ الٰہی سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔ (۱۳: ۲۸)۔ اسلام جذبات اور عقل دونوں کو تحریک و رغبت کے نمایاں عوامل تسلیم کرتا ہے مگر "ذہنی صحت" کی خاطر کچھ اصول و ضوابط کو منواتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: "نیکی یہی نہیں کہ تم (عبادات میں) مشرق و مغرب کی طرف منہ کرلو، بلکہ نیکی ان افراد کی ہے جو خدا، فرشتوں، کتاب، پیغمبروں پر ایمان لائیں اور مال کو عزیز رکھنے کے باوجود رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں، مسافروں، سائلوں اور گردن چھڑانے کے کاموں میں صرف کریں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اور جب عہد کرلیں تو اسے نباہ لیں۔ سختی، مصیبت اور دورانِ جنگ میں صابر رہیں۔ ایسے لوگ سچے اور ایسے ہی متقی ہیں۔" (۲: ۱۷۷)

اسلام کی رو سے، خدا انسانی اعمال کا مرجع و مآل ہے۔ معبود اور عابد کے درمیان انس و محبت کا رشتہ استوار ہے۔ جس قدر بندہ، خدا کی مخلصانہ بندگی کرے گا، اسی قدر وہ اپنے دعویٰ محبت میں سچا ثابت ہوگا۔ یومِ جزا کے اعتقاد کا تقاضا ہے کہ بندہ اپنے اعمال سمیت ایک دن خدا کے روبرو ہونے کو پیشِ نظر رکھے۔ وہاں حسنِ اعمال کی جزا اور بداعمالی کی سزا ملے گی۔ فرشتوں پر ایمان

دیکھنا اس امر کا متقاضی ہے کہ ان غیر مرئی قوتوں کو خدا کے زیر فرمان تسلیم کیا جائے۔ یہ اعتقادات روحانی اقدار کی ترقی کے متضمن ہیں۔ انبیا پر ایمان رکھنے سے ایسے پاکباز اور انتہائی نیک سرشت بندگانِ خدا کی زندگیوں سے طلبِ ہدایت کی جاتی ہے جو راہِ راست کے ناصح اور حامل تھے۔

آسمانی کتب پر ایمان کا یہ تقاضا ہے کہ وحی منزل کی ہدایات کو انسان کی ابدی راہنمائی کی خاطر دلیلِ راہ مانا جائے۔ آسمانی کتب کے سلسلے کی آخری اور کامل ترین کتاب قرآن مجید ہے جو سابقہ کتب کی تصدیق کرتی، گزشتہ، حال اور مستقبلِ ابدی کی رہنمائی کرتی اور ایسے حقائق کی خبر دیتی ہے جو ہنوز پردۂ غیب میں ہیں۔ اسلام تمام گزشتہ انبیا اور ان کی کتبِ ہدایت پر ایمان رکھنے کا تقاضا کرتا ہے: "کہہ دو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل ہوئی اور جو کتب) ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور ان کی اولاد پر نازل ہوئیں، اور جو موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور دوسرے انبیا کو ان کے پروردگار کی طرف سے ملیں۔ ہم ان میں سے کسی کی تفریق نہیں کرتے۔" (۳:۸۴)

اسلام کا دعویٰ ہے کہ اگر کوئی رغبت و شعور کے ساتھ ایمان باللہ سے بہرہ مند ہو تو اس سے کردار میں ایسی پختگی پیدا ہو گی جو ذہنی صحت پر منتج ہو گی۔ اس بات کی اہمیت پر غور کریں۔ کہ اسلام ظن و تخمین کی باتوں کے پیچھے پڑنے سے منع کرتا ہے۔ (۱۷:۳۶) اس دین کی رُو سے البتہ علم و آگاہی کے حامل افراد بڑے محترم و معزز ہیں۔ ارشادِ باری ہے: "اللہ تم میں سے ایمان والوں اور صاحبانِ علم کے درجے بلند فرمائے گا" (۵۸:۱۱) ایسے افراد کج بحثی اور کج فہمی کا شکار نہیں ہوں گے۔

علم و ایمان کا سرچشمہ

علم ایک ہے مگر اس کے شعبے دو ہیں: علم الابدان اور مسالک الادیان۔ اسلام ان دونوں پر یکساں زور دیتا ہے۔ اس دین کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے تجارب اور مذہب کی رہنمائی کی روشنی میں زندگی بسر کرے تاکہ وہ راہِ حقیقت پا سکے کیونکہ "ظن و تخمین حق کے مقابلے میں بے وقعت ہے" (۱۰:۳۶) اور اسی مناسبت سے قرآن مجید میں صحیح سننے، دیکھنے اور سوچنے سمجھنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے: آپ کا کیا خیال ہے کہ ان (منکرین) میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں؟ یہ تو چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم کردہ راہ ہیں۔" (۲۵:۴۴)

اسلام میں افواہ آمیز گفتگو کرنے اور خیال آرائی کے مقابلے میں قابلِ مشاہدہ اور محقق چیزوں کے مطالعہ پر زور دیا گیا ہے۔ "کان، آنکھ اور قلب سب مسئول ہیں۔" (۱۷: ۳۶) زمین آسمانوں کی جملہ اشیا کو خدا نے انسانوں کی خاطر مسخر فرما دیا ہے (۴۵: ۱۳) وہ اس حیرت انگیز تخلیق پر غور و تمعن کرنے اور صانعِ مطلق کی کاریگری دیکھنے کی تلقین فرماتا ہے (۳: ۶۷)

غور و فکر کی اس تلقین پر عمل کرنے سے مسلمانوں نے علم طبیعات کی بنیاد رکھی ہے۔ قرآن مجید میں خدا تعالیٰ کو زمین اور آسمانوں کا نور کہا گیا ہے (۲۴: ۳۵) اسی کتاب مقدس میں یہ بیان ملتا ہے کہ ایک زمانے میں زمین اور آسمان دھواں تھے (۴۱: ۱۱)۔ انسان خاک سے پیدا ہوا اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا رہا اور کرتا رہے گا۔ (۷۱: ۱۴، ۸۴: ۱۹)

ان اشارات میں علم الحیات اور جدید سائنس کی ترقی کے رموز مضمر ہیں اور اگر غور کیا جائے تو قرآنی تعلیمات کی رو سے مندرجہ ذیل نفسیاتی اور روحانی امور مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ نفسیاتی علاج، تحلیلِ نفس کے ذریعے کرنا چاہیے۔ (۹: ۱۱۰)

۲۔ شعور کے ساتھ، تحت شعور کی ذمہ داریوں کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے (۲: ۲۸۴)

۳۔ استتارِ ضمیر (نفاق) متعدد نفسیاتی عیوب کا موجب ہے (۲: ۲۰۶)

۴۔ اکلِ حلال اور درست کرداری بڑے اہم امور ہیں (۲۳: ۵۱)

۵۔ اغلاط و اشتباہات پر توبہ و انابت کے عمل سے اصلاحِ احوال کرنا چاہیے۔ (۲: ۱۶۵)

۶۔ بدضمیری، نقصان کے اعتبار سے شیاطین (انس و جن) کا حکم رکھتی ہے (۶: ۱۱۴)

۷۔ فکر و احساس اور شعور کو کامل اطاعت کا خوگر بنایا جائے تاکہ عملی زندگی "میری نماز، عبادت، زندگی اور موت سب اللہ پروردگارِ عالمین کی خاطر ہے۔" (۶: ۱۶۲) کی زندہ تصویر بن سکے۔

۸۔ اپنی احتیاجات سے زائد دولت کو اگر ابنائے نوع کے دکھوں کا مداوا نہ بنایا جائے تو اس سے معاشرتی خرابیاں پیدا ہوتی رہیں گی۔ (۹: ۶۹)

سائنس نے انسانی وجود اور انسان کے جسمانی اور اجتماعی ماحول کے بارے میں تفصیل بتائی ہے۔

اسے انسان کی جسمانی و ذہنی کیفیت کے بارے میں بھی کچھ معلومات حاصل ہیں مگر انسان کے روحانی پہلو اور مقصد تخلیق کے بارے میں اسے ابھی بتانا ہے۔ یہ حقائق چونکہ مذہب کے تعاون کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے، اس لیے سائنس کو مذہب کا سہارا لینا پڑے گا۔ اسی صورت میں عالمی امن اور عالمگیر ذہنی صحت کے دور دورہ کی راہ ہموار ہو سکے گی۔

حاملِ وحی ﷺ کی زندگی

قرآن مجید سراپا و سرمدی کتاب ہدایت ہے البتہ اس سے استفادے کی خاطر ایمان کے ساتھ عمل اور تقویٰ شعاری کی شرط وابستہ ہے (۲:۲) امم سابقہ کی شریعتوں میں بھی ایمان و عمل کی پابندی رہی ہے: "تم یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں میں سے جو بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے۔ ایسے لوگوں کا اجر اُن کے پروردگار کے پاس ہے۔ انھیں خوف ہو گا نہ حزن" (۶۲:۲) مگر اسلام کے تقاضے واضح تر ہیں۔ مسلمان ایک لحاظ سے بڑے خوش قسمت ہیں کہ ان کے پاس حاملِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پوری جزئیات کے ساتھ محفوظ ہے۔ اعتدال و توازن، صبر و استقامت اور ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک زندگی، قرآن پاک کی تعلیمات کی عملی و صوری تصویر ہے۔ "ذہنی صحت" کا حیاتِ طیبہؐ سے بڑھ کر کوئی نمونہ ہمیں مل نہیں سکتا۔ اس توضیح کے بعد اب ہم اسلام کے احکام و اوامر کی تحلیل اور ذہنی صحت سے ان کا رابطہ عرض کریں گے۔

اسمائے حسنیٰ

تمام عبادات و ریاضات کی غایت، رضائے خداوندی کا حصول ہے: "انجام و مآل وہی ہے" (۵۳: ۴۲) اور انس و جان کا مقصد تخلیق، رضائے الٰہی کے حصول کی خاطر اس کی اطاعت و بندگی اختیار کرنا ہے (۵۱: ۵۶)

قرآن مجید میں صفاتِ خداوندی بیان ہوئی ہیں۔ اسمائے حسنیٰ کی تعداد باندازِ معروف ۹۹ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی حقیقتِ کبریٰ کی مختلف شئون کے نام ہیں: "وہ اوّل، وہ آخر اور وہی ظاہر و باطن ہے" (۵۷: ۳)

قرآن مجید کی تمام سورتوں (بجز سورۃ توبہ) کا لبسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ اور افتتاحی سورہ (الفاتحہ) کے آغاز میں ہے: الحمد للہ رب العالمین، ان آیات میں جو

اسمائے حسنیٰ مذکورہ ہوئے ہیں۔ نیز دیگر اسما بھی مثلاً: بصیر۔ سمیع، محتب، ودود، مجیب، ھادی اور مشفی وغیرہ، رحمت، شفقت اور سلامتی کے مظہر ہیں۔ خدا بے شک ایک بےمثال اور ہمہ جا ہستی ہے، وہ ہر قسم کے تشبیہ وتمثیل سے پاک ہے مگر انسان کو چاہیئے کہ وہ محدودیت میں صمد، غنی اور قوی کی صفات اپنائے۔ اس طرح تخلقوا باخلاق اللہ کے مطابق، نور السموات والارض کی معنوی تجلیات کے ذریعے اس کا نفس متجلّی ومنور ہو جائے گا۔ خدائے واحد اور اس کی صفات کا یہ تصوّر، تعلیماتِ اسلامی کا خاصہ ہے۔ توحیدِ حقیقی نے مومنوں کو ہر قسم کے خوف و حزن اور خرافاتی عقائد سے مامون ومنزّہ کر دیا ہے۔ یہ عقاید کہ خدا دل کی باتیں جاننے والا، سننے والا، معاف کرنے والا، مہربان، محتب، مجیب، رہنما، مددگار، ترقی دینے والا، مشفی اور دلوں کے غموم کرنے والا ہے، ذہنی صحت کی خاطر بے حد ممد ومعاون ہیں۔ اسلام کی رُو سے خدا، انسان کے ہر کام کا عامل رابطہ ہے۔

انسان اور اس کا وجود

انسانی وجود کے متعدد ظاہری اور باطنی تقاضے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ: ۱۔ بدن انسانی اور حیواتی اُمنگوں کا مرکز ہے۔ (۲) ذہن فکر واحساس کا محل ہے۔ (۳) عام انسانوں کا دل نفس امّارہ یا لوّامہ ہے۔ البتہ مومنین، نفسِ مطمئنہ سے بہرہ مند ہیں۔ (۴) فواد مختلف تصورات و آرا کو قبول یا ردّ کرنے کا جاذبہ ہے۔

خدا پر ایمانِ کامل رکھنے سے انسانی وجود، مذکورہ چارگانہ عوامل کی کشمکش سے عملی طور پر نجات پا لیتا ہے۔ مومن کو خدا کی نصرت اور اپنی کامرانی ونجات پر بھروسہ ہے۔ کوشش میں ناکامی کو وہ مشیت وتقدیر جان کر مایوس نہیں ہوتا۔ وہ دوبارہ، سہ بارہ خدائے تعالیٰ سے استمداد کرے گا۔ یہ اوصاف، ذہنی صحت پر دلیل بنیں گے۔

علم وایمان وعمل کے مختلف درجات ہیں مگر تعاون علی البرّ، دوسروں کا بھلا چاہنا، اکلِ حلال کا حصول، صدق ووفا، کظم غیظ، ایثار اور فرائض وواجبات کی پابندی، مردِ مسلمان کا شعار ہونا چاہیئے۔ اسی سے صحت مند ذہن کا ارتقا ہوتا ہے۔

علائم وآثار: ۱ ایک مومن کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے افراد محفوظ رہیں گے (بخاری شریف) وہ

طلبِ دنیا میں معتدل رہتا ہے - وہ خواہشات و اہوا کے سامنے سینہ سپر رہے گا - اس کی توجہ اصلاحِ قلب پر مرکوز رہتی ہے اور "جو اللہ پر ایمان لاتا ہے، وہ اس کے قلب کو ہدایت دیتا ہے" (۶۴:۱۱) - اصلاحِ قلب نہ ہو، تو عبر و بصر سے کچھ نہ ملے گا - (۵۰:۳۷) - اسلام کی تمام عبادات سے دل کو جلا ملتی ہے - اس جلا کے اعلیٰ ترین نمونے انبیا کی زندگیوں کے مطالعے سے دیکھے جا سکتے ہیں - مثلاً حضرت ابراہیمؑ نے احیائے موتیٰ کا منظر دیکھنا چاہا - (۲:۲۶۰) - حضرت موسیٰؑ نے رب ارنی انظر الیك (۷:۱۴۳) کا تقاضا کیا - اور حضرت محمدؐ معراجِ علوی سے بہرہ اندوز ہوئے - بہر طور، ذہنی صحت کے علائم اصلاح یافتہ قلب اور تقویٰ شعاری کی صفت ہے -

فرد اور معاشرہ

اسلام نے فرد و معاشرہ (خودی و بے خودی) کا وہ حسین ارتباط و اختلاط پیش کیا کہ وحی کی رہنمائی کے بغیر، انسانی عقل ایسا سوچ بھی نہیں سکتی - خاندانی، عائلی اور اقربائی روابط بڑی محکم بنیادوں پر استوار ہیں - تعاون علی البر اور عدم تعاون علی العدوان، اسلامی معاشرہ کا شعار ہے - غیر مسلم بھی بشرطیکہ احکامِ الٰہی کے نفاذ میں مزاحم نہ ہوں، ہر قسم کی آزادی کے حامل رہتے ہیں - ہم سمجھتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ کی حسبِ ذیل دس شقیں ہیں :-

۱- جرائم پیشہ افراد کو توبہ و انابت کے ذریعے درست کردار بنایا جائے - (۱۱:۱۱۴)

۲- کوشش کے بغیر کچھ نہیں ملتا - (۴۹:۱۳) اس تعلیم کے مطابق، افرادِ معاشرہ کو کار و کوشش میں لگائے رکھنا چاہیے -

۳- ایک نیکی کا بدلہ دس نیکی ہے (۶:۱۶۱) یہ تعلیم نیکی کا بڑا محرک ہے بشرطیکہ دلوں میں ایمان جاگزین ہو -

۴- خدائی رحمت ہمارے بہت سے گناہوں پر آبِ عفو بہاتی ہے - پھر بھی ہمارے بہت سے گناہ مصائب بن کر سامنے آتے ہیں - (۴۲:۳۰) پس معاشرہ کے ہر فرد کو محاسبۂ نفس کرتے رہنا چاہیے -

۵- اللہ کی نعمتوں کی قدر کرنا باعثِ برکت و اضافہ بنتا ہے - (۱۴:۷) اس تعلیم کے نتیجے میں آدمی اپنے مال و دولت میں دوسروں کو شریک کرتا ہے -

۶- نیک اعمال لوگوں کی خدا مدد کرتا ہے (۲:۶۵-۳) یہ تعلیم نیکی اور استعانت باللہ کے لیے

محرک ہے۔

۷۔ مگر نیک سرشت لوگوں کی آزمائش بھی ہوتی ہے تاکہ وہ مزید پختگی کردار حاصل کر سکیں۔ (۲: ۱۵۵)۔

۸۔ خدا کسی فرد یا معاشرہ کی حالت اس وقت بدلتا ہے جبکہ وہ اس تغیر و تبدل کے اہل ثابت ہوں۔ (۱۳: ۱۱)

۹۔ حاملانِ توحید کی خاطر ضروری ہے کہ باہمی اتحاد و ائتلاف کے ساتھ زندگی بسر کریں (۳: ۱۰۳)

۱۰۔ ہر فرد کی خودی و انفرادیت ایک مسلمہ حقیقت ہے (۵: ۴۸)۔ معاشرہ وہی احسن ہے جو اس امر کا خیال رکھے۔

حاصلِ گفتار

اسلام کی رُو سے ذہنی صحت یہ ہے کہ انسان کی جملہ جسمانی اور روحانی قوتیں رضائے خداوندی کے تابع ہو جائیں۔ اس تعلیم میں انفرادی زندگی، معاشرے اور خدا کے درمیان کامل وحدت اور یگانگت نظر آتی ہے۔ ذہنی صحت، حسنِ کردار اور اطمینانِ قلب کا موجب، نیز ہر قسم کے خوف و ہراس سے آزادی دینے اور بہت سے نفسیاتی اور معاشرتی معائب سے بچانے میں معاون بنتی ہے اسلام کا یہ نقطۂ نظر ہر فرد کی قدر و منزلت متعین کرتا، اُسے آزادانہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ترغیب دیتا اور پختہ کردار بناتا ہے۔ یہ خاندان کا پشتیبان بنتا۔ معاشرہ کی تکمیل کرتا اور انسانی عالمی برادری کی خاطر زمینہ فراہم کرتا ہے۔ اس پروگرام میں بین الاقوامی اپیل اور ماننے والوں کے درمیان فکر و نظر کا توافق کارفرما نظر آتا ہے۔ اس میں عقل و وجدان دونوں کے جُداگانہ محرکات یکجا کر دیئے گئے ہیں۔ اس نقطہ نگاہ میں باہمی رضا و رغبت اور تحقیقی نگاہ پیدا کرنے کی عالمگیر دعوت ہے جس میں جبر و اکراہ کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

اسلام، امن و سلامتی اور پُر اطمینان ماحول پیدا کرنے کا حامی ہے۔ خدا پر ایمان رکھنے والوں کے روحانی اقدار کا اسے بڑا پاس اور لحاظ ہے۔ یہ اہلِ کتاب سے تعاون طلب کرتا ہے کہ وہ اپنے قول و فعل میں حضرت ابراہیمؑ کے شیوہ (حنیفیت) کی پیروی کریں۔

اسلام کی نظر میں علم (سائنس) اور دین کو ایک دوسرے سے تعاون اختیار کرنا چاہیئے

شعبۂ طب نے پہلے ہی سائنس اور طب کے اختلاط و ہم آہنگی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اب اسے ایمان باللہ کے عنصر کو بھی شامل کر لینا چاہیے تاکہ ذہنی صحت کے ارتقا پذیر تصورات کو ایک محکم بنیاد فراہم ہو جائے۔

ذہنی صحت کے اس عالمی فیڈریشن کو اب تسلیم کر لینا چاہیئے کہ من حیث المجموع، انسان کے امیال و اطوار کا مطالعہ و تجزیہ اتنا آسان نہیں ہے۔ اس شعبے کو اپنی معلومات میں اضافہ کرنے، نیز تحقیق و تدقیق کی نئی راہوں کو کھولنے کی خاطر وحی منزل کی خطا ناپذیر ہدایات سے بھی کام لینا چاہیے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس طرح امن و سلامتی، حقیقی خوشحالی اور پائیدار ذہنی صحت، اور معتدل فکر و نظر کو بین الاقوامی پیمانے پر وسعت دی جا سکتی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

ارمغانِ شاہ ولی اللہ

مرتبہ : محمد سرور

حضرت شاہ ولی اللہ نے جملہ علوم دینی کو حکمت کے عقلی اصولوں پر مرتب فرمایا اور اپنی تصانیف میں علوم تفسیر و حدیث و فقہ و تصوف کا جائزہ لیا۔ آپ نے ملت کی سیاسی تاریخ کا بھی تجزیہ کیا اور یہ ثابت کیا کہ شریعت کے جتنے بھی احکام ہیں، ان سب میں حکمتیں اور مصلحتیں ہیں۔

"ارمغان شاہ ولی اللہ" میں شاہ صاحب کی ان تعلیمات و افکار کو مرتب کیا گیا ہے۔ نیز اس میں آپکے اپنے اور بزرگوں کے خود نوشت سوانح حیات بھی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ کی عربی و فارسی کتابوں کے انتخاب کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔

یہ کتاب نہ صرف شاہ صاحب کی جلیل القدر علمی شخصیت کا ایک اجمالی تعارف ہے بلکہ آپ کی ضخیم کتابوں کا لب لباب و ماحصل بھی ہے۔ صفحات : ۵۲۰ - قیمت : ۱۶/ روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور